

نعم

الغاشية

الغاشیة

نام | پہلی ہی آیت کے لفظ الغاشیة کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانہ نزول | سورہ کا پورا مضمون اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بھی ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، مگر وہ زمانہ تھا جب حضور تبلیغ عام شروع کر چکے تھے اور مکہ کے لوگ بالعموم اُسے سن کر نظر انداز کیے جا رہے تھے۔

موضوع اور مضمون | اس کے موضوع کو سمجھنے کے لیے یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ ابتدائی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ زیادہ تر دو ہی باتیں لوگوں کے ذہن نشین کرنے پر مرکوز تھی۔ ایک توحید، دوسرے آخرت۔ اور اہل مکہ ان دونوں باتوں کو قبول کرنے سے انکار کر رہے تھے۔ اس پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد اب اس سورہ کے مضمون اور اندازہ بیان پر غور کیجیے۔

اس میں سب سے پہلے غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو چونکانے کے لیے اچانک ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا ہے کہ تمہیں اُس وقت کی بھی کچھ خبر ہے جب سارے عالم پر چھا جانے والی ایک آفت نازل ہوگی؟ اس کے بعد فوراً ہی یہ تفصیل بیان کرنی شروع کر دی گئی ہے کہ اُس وقت سارے انسان دو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو کر دو مختلف انجام دیکھیں گے۔ ایک وہ جو جہنم میں جائیں گے اور انہیں ایسے اور ایسے سخت عذاب بھیلنے ہوں گے۔ دوسرے وہ جو عالی مقام جنت میں جائیں گے اور ان کو ایسی اور ایسی نعمتیں میسر ہوں گی۔

اس طرح لوگوں کو چونکانے کے بعد بکلی غفلت مضمون تبدیل ہوتا ہے اور سوال کیا جاتا ہے کہ کیا یہ لوگ جو قرآن کی تعلیم توحید اور خبر آخرت کو سن کر ناک بھوں چڑھا رہے ہیں، اپنے سامنے کی ان چیزوں کو نہیں دیکھتے جن سے ہر وقت انہیں سابقہ پیش آتا ہے؟ عرب کے صحرا میں جن اونٹوں پر ان کی ساری زندگی کا انحصار ہے، کبھی یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ یہ کیسے ٹھیک انہی خصوصیات کے مطابق بن گئے جیسی خصوصیات کے جانور کی ضرورت ان کی صحرائی زندگی کے لیے تھی؟ اپنے سفروں میں جب یہ چلتے ہیں تو انہیں یا آسمان نظر آتا ہے، یا پہاڑ، یا زمین۔ انہی تین چیزوں پر یہ غور کریں۔ اوپر یہ آسمان کیسے چھا گیا؟ سامنے یہ پہاڑ کیسے کھڑے ہو گئے؟ نیچے یہ زمین کیسے بچھ گئی؟ کیا یہ سب کچھ کسی قادر مطلق صانع حکیم کی کاریگری کے بغیر ہو گیا ہے؟ اگر یہ مانتے ہیں کہ ایک خالق نے بڑی حکمت اور بڑی

قدرت کے ساتھ ان چیزوں کو بنایا ہے، اور کوئی دوسرا ان کی تخلیق میں شریک نہیں ہے، تو اسی کو اکیلا رب مانتے سے انہیں کیوں انکار ہے؟ اور اگر یہ مانتے ہیں کہ وہ خدا یہ سب کچھ پیدا کرنے پر قادر تھا، تو آخر کس معقول دلیل سے انہیں یہ ماننے میں تاثر ہے کہ وہی خدا قیامت لانے پر بھی قادر ہے؟ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے؟ جنت اور دوزخ بنانے پر بھی قادر ہے؟

اس مختصر اور نہایت معقول استدلال سے بات سمجھانے کے بعد کفار کی طرف سے رخ پھیر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا جاتا ہے اور آپ سے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہیں مانتے تو نہ مانیں، تم ان پر جبار بنا کر تو مسلط کیے نہیں گئے ہو کہ زبردستی ان سے منوا کر ہی چھوڑو۔ تمہارا کام نصیحت کرنا ہے، سو تم نصیحت کیے جاؤ۔ آخر کار انہیں آنا ہمارے ہی پاس ہے۔ اُس وقت ہم ان سے پورا پورا حساب لے لیں گے اور نہ ماننے والوں کو بھاری سزا دیں گے۔



رُكُوْعَهَا

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ

اَيَاتُهَا ۲۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 هَلْ اَتٰكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۱ وَجُوْهُ یَوْمَیْذٍ خَاشِعَةٌ ۲
 عَامِلَةٌ تَاْصِیَةٌ ۳ تَصْلٰ نَارًا حَامِیَةً ۴ تَسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اَنْبِیَءٍ ۵
 لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۶ لَا یَسْمِنُ وَلَا یَغْنٰی مِنْ
 جُوْعٍ ۷ وَجُوْهُ یَوْمَیْذٍ نَّاعِمَةٌ ۸ لِّسَعِیْهَا سَاْخِیَةٌ ۹

کیا تمہیں اُس چھا جانے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ کچھ چہرے اُس روز خوف زدہ ہونگے سخت مشقت کر رہے ہونگے، تھکے جاتے ہونگے، شدید آگ میں مجلس رہے ہونگے، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا، خاردار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا ان کے لیے نہ ہوگا، جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے، کچھ چہرے اُس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے،

۱۔ مراد ہے قیامت، یعنی وہ آفت جو سارے جہان پر چھا جائے گی۔ اس مقام پر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بیان بحیثیت مجموعی پورے عالم آخرت کا ذکر ہو رہا ہے جو نظام عالم کے درہم برہم ہونے سے شروع ہو کر تمام انسانوں کے دوبارہ اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جزا و سزا پانے تک تمام مراحل پر جاری ہے۔

۲۔ چہروں کا لفظ یہاں اشخاص کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چونکہ انسان کے جسم کی نمایاں ترین چیز اُس کا چہرہ ہے جس سے اس کی شخصیت پہچانی جاتی ہے، اور انسان پر اچھی یا بری جو کیفیات بھی گزرتی ہیں ان کا اظہار اس کے چہرے سے ہی ہوتا ہے، اس لیے ”کچھ لوگ“ کہنے کے بجائے ”کچھ چہرے“ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں کہیں فرمایا گیا ہے کہ جہنم کے لوگوں کو زقوم کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں ارشاد ہوا ہے کہ ان کے لیے غسلین (زرخون کے دھوون) کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا، اور یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ انہیں خاردار سوکھی گھاس کے سوا کچھ کھانے کو نہ ملے گا۔ ان بیانات میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں ہے۔ ان کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کے بہت سے درجے ہوں گے جن میں مختلف قسم کے مجرمین اپنے جرائم کے لحاظ سے ڈالے جائیں گے اور مختلف قسم کے عذاب ان کو دیے جائیں گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زقوم کھانے سے بچنا چاہیں گے تو غسلین ان کو ملے گا، اُس سے بھی

فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۱۰ لَا تَسْمَعُ فِيهَا لِأَعْيُنٍ ۱۱ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۱۲
 فِيهَا سُرٌّ مَّرْقُوعَةٌ ۱۳ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۱۴ وَنَمَارِقُ
 مَصْفُوفَةٌ ۱۵ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۱۶ أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ
 كَيْفَ خُلِقَتْ ۱۷ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۱۸ وَإِلَى
 الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۱۹ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۲۰

عالی مقام جنت میں ہوں گے، کوئی بیہودہ بات وہاں نہ سنیں گے، اُس میں چشمے رواں ہونگے،
 اُس کے اندر اونچی مسدیں ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤں ٹیکوں کی قطاریں لگی
 ہوں گی اور نفیس فرش پچھے ہوئے ہوں گے۔

(یہ لوگ نہیں مانتے) تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے
 کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ
 کیسے بچھالی گئی؟

بچنا چاہیں گے تو خاردار گھاس کے سوا کچھ نہ پائیں گے، غرض کوئی مرغوب غذا بہر حال انہیں نصیب نہ ہوگی۔

۵۲ یعنی دنیا میں جو سعی و عمل کر کے وہ آئے ہوں گے اُس کے بہترین نتائج آخرت میں دیکھ کر خوش ہو جائیں گے
 انہیں اطمینان ہو جائے گا کہ دنیا میں ایمان اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کر کے انہوں نے نفس اور اس کی خواہشات
 کی جو قربانیاں کیں، فرائض کو ادا کرنے میں جو تکلیفیں اٹھائیں، احکام الہی کی اطاعت میں جو زحماتیں برداشت کیں،
 معصیتوں سے بچنے کی کوشش میں جو نقصانات اٹھائے اور جن فائدوں اور لذتوں سے اپنے آپ کو محروم کر لیا،
 یہ سب کچھ فی الواقع بڑے نفع کا سودا تھا۔

۵۵ یہ وہی چیز ہے جس کو قرآن مجید میں جگہ جگہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت کی حیثیت سے بیان
 کیا گیا ہے۔ تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرآن، جلد سوم، مریم، حاشیہ ۳۸۔ جلد پنجم، الطور، حاشیہ ۸۔ الوا
 حاشیہ ۱۳۔ جلد ششم، النباء، حاشیہ ۲۱۔

۵۶ یعنی ساغر بھرے ہوئے ہر وقت اُن کے سامنے موجود ہوں گے۔ اس کی حاجت ہی نہ ہوگی کہ
 وہ طلب کر کے انہیں منگوائیں۔

فَذَكِّرْهُ ۖ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۚ ۴۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۖ إِلَّا
مَنْ تَوَلَّىٰ وَكُفِرَ ۚ ۴۲ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۚ ۴۳ إِنَّ
إِلَيْنَا يَا بَهُمُ ۚ ۴۴ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمُ ۚ ۴۵

اچھا تو (اے نبی) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو، کچھ ان پر حیر کرنے
والے نہیں ہو۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔
ان لوگوں کو بلنا ہماری طرف ہی ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

۴۱ یعنی اگر یہ لوگ آخرت کی یہ باتیں سن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے تو کیا خود اپنے گرد و پیش
کی دنیا پر نظر ڈال کر انہوں نے کبھی نہ سوچا کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟
یہ زمین کیسے بچھ گئی؟ یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں تو قیامت کیوں نہیں
آ سکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہو سکتیں؟ یہ تو ایک بے عقل اور
بے فکر آدمی کا کام ہے کہ دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی جن چیزوں کو اس نے موجود پایا ہے ان کے متعلق تو وہ یہ سمجھ لے
کہ ان کا وجود میں آنا تو ممکن ہے کیونکہ یہ وجود میں آئی ہوئی ہیں، مگر جو چیزیں اس کے مشاہدہ اور تجربے میں ابھی نہیں آئی
ہیں ان کے بارے میں وہ بے تکلف یہ فیصلہ کر دے کہ ان کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس کے دماغ میں اگر عقل ہے تو اُسے سوچنا
چاہیے کہ جو کچھ موجود ہے یہ آخر کیسے وجود میں آ گیا؟ یہ اونٹ ٹھیک اُن خصوصیات کے مطابق کیسے بن گئے جن خصوصیات
کے جانور کی عرب کے صحرا میں رہنے والے انسانوں کو ضرورت تھی؟ یہ آسمان کیسے بن گیا جس کی فضا میں سانس لینے کے لیے ہوا
بھری ہوئی ہے، جس کے بادل بارش لے کر آتے ہیں، جس کا سورج دن کو روشنی اور گرمی فراہم کرتا ہے، جس کے چاند اور
تارے رات کو چمکتے ہیں؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی جس پر انسان رہتا اور بتا ہے، جس کی پیداوار سے اُس کی تمام ضروریات
پوری ہوتی ہیں، جس کے چشموں اور کندوں پر اس کی زندگی کا انحصار ہے؟ یہ پہاڑ زمین کی سطح پر کیسے ابھرائے جو زنگ بزرگ
کی مٹی اور پتھر اور طرح طرح کی معدنیات لیے ہوئے جسے کھڑے ہیں؟ کیا یہ سب کچھ کسی قادر مطلق صانع حکیم کی کارگیری کے
بغیر ہو گیا ہے؟ کوئی سوچنے اور سمجھنے والا دماغ اس سوال کا جواب نفی میں نہیں دے سکتا۔ وہ اگر رضی اور ہٹ دھرم نہیں ہے تو اسے سنا کر بیجا
کہ ان میں سے ہر چیز ناممکن تھی اگر کسی زبردست قدرت اور حکمت والے نے اسے ممکن نہ بنایا ہوتا۔ اور جب ایک قادر کی قدرت سے دنیا
کی ان چیزوں کا بننا ممکن ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جن چیزوں کے آئندہ وجود میں آنے کی خبر دی جا رہی ہے ان کو بعد از امکان سمجھا جائے۔
۴۲ یعنی اگر معقول دلیل سے کوئی شخص بات نہیں مانتا تو نہ مانے تمہارے سپرد یہ کام تو نہیں کیا گیا ہے کہ نہ ماننے والوں سے زبردستی
منواؤ۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح اور غلط کا فرق بنا دو اور غلط راہ پر چلنے کے انجام سے خبردار کرو۔ سو یہ فرض تم انجام دیتے رہو۔